قاضی ضیاء الدین سنامی (م ۷۰۹ھ)

ایک اجمالی تعارف

از جناب مولوی محمد ارشد صاحب اعظمی (مقیم بنارس)
فاضل مدرسہ وصیۃ العلوم خانقاہ الہ آباد

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی ذات والاصفات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدح سرائی فرماتے ہوئے کتنا وجد آفریں بیان دیا ہے کہ:

لقب او سلطان المشائخ و نظام اولیاست۔ وے از محبوبان و مقربانِ بارگاہ الٰہی ست، دیار ہندوستان مملوست از آثار برکات او، [1]

"سلطان المشائخ" و "نظام اولیاء" آپ کا لقب گرامی ہے، بارگاہ الٰہی کے مقرب و محبوب بندوں میں سے ہیں، ہندوستان کی بستیاں نظام اولیاءؒ کے برکات کے انوار سے پُر ہیں۔

سلطان المشائخؒ باباؒ فریدالدین گنج شکرؒ کے خلیفۂ اقدس ہیں، خود ہی فرماتے ہیں کہ: جب شیخ فریدالدینؒ کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کی تو سب سے پہلا کلام جو شیخؒ نے ارشاد فرمایا ہے وہ یہ شعر تھا۔

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ		سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ [2]

---

[1] [2] اخبار الاخیار ص ۶۲۔

بابا فریدؒ نے نظام اولیاءؒ کے بارے میں فرمایا کہ:

"علم سینۂ من بہ شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی رسید" [۱]

مرشدؒ کی اجازت و خلافت کے بعد محبوب الٰہیؒ نے دہلی کی غیاث پور نامی بستی میں سکونت اختیار فرمائی جو رشد و ہدایت کا مرکز بنی اللہ جہاں سے آپ کا فیض سارے ہندوستان میں رواں ہوا، عوام الناس نے نفع اٹھایا، علماء نے زانوئے تلمذ تہ کیا اور امراء نے جبین نیاز خم کی۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے عروج بخشا تو آپ کی روحانی بارگاہ عالی سے نسیم سحر کے وہ جھونکے چلے جس نے بے شمار بندگانِ خدا کے مشامِ جاں کو معطر و معنبر بنایا،

سلطان المشائخ کے اصلاحی پیام کی بادِ بہاری نے رہ نوردانِ وادیٔ سلوک کو فرحت و سرور کا جام بخشا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، سلطان الاولیاءؒ کے سعادت آفریں دور کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

گویند کہ در زمان شیخ نظام الدین اولیاء	شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے زمانۂ اقدس میں تین
سہ ضیاء بودند، یکے ضیاء سنامی کہ	ضیاء نامی شخصیتوں کا پتہ ملتا ہے، ایک تو ضیاء
منکر شیخ بود و دیگر ضیاء برنی کہ معتقد و	سنامیؒ جو کہ شیخؒ کے منکر تھے، دوسرے ضیاء
مرید او بود، دیگر ضیاء نخشبی کہ نہ منکر بود	برنیؒ کہ شیخؒ کے مرید و معتقد تھے تیسرے ضیاء
و نہ معتقد۔ [۲]	نخشبیؒ جو شیخؒ کے نہ منکر تھے نہ معتقد۔

اسی طرح مولانا محمد غوثی بن حسن مانڈوی نے یہ شعر لکھا ہے کہ: ؎

برنی و نخشبی و سنامی ہر سہ تن ضیاء بود   اولیں معتقد پسیں منکر ثانی از ہر دو بے نوا بود [۳]

---

[۱] سیر الاقطاب ص ۱۷۸۔ [۲] اخبار الاخیار ص ۱۱۱۔ [۳] گلزار ابرار، یہ کتاب ابتدائے عہد جہانگیری اور انتہائے عہد اکبری کی یادگار ہے اور ۱۰۱۴ھ میں معرض وجود میں آئی ہے۔

خواجہ ضیاء الدین نخشبی رح سلطان التارکین خواجہ حمید الدین ناگوری رح کے پوتے شیخ فرید الدین چاک پراں ناگوری رح کے خلیفہ گرامی ہیں[1] مفتی غلام سرور لاہوری رح نے لکھا ہے کہ:

از مشاہیر اولیاء ہندوستان است	خواجہ ضیاء الدین نخشبی رح ہندوستان کے
در شہر بدایوں بزاویۂ خمول بکار خود	مشاہیر اولیاء اللہ میں سے ہیں، شہر بدایوں
مشغول، وے از صحبت خلق متنفر	میں عزلت نشینی کے ساتھ اپنے کام میں
و باعتقاد و انکار کسے کارے ندارد۔	مشغول تھے، آپ مخلوق کی صحبت سے نفرت
[2]	فرماتے تھے اور کسی کے اعتقاد و انکار کے
	درپے نہیں ہوتے تھے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ خواجہ نخشبی رح کا مزاج ہی ایک طرح سے الگ تھلگ عزلت نشینی و خموشی پسندی کا تھا اسی لیے عام مخلوق سے ملنا جلنا بھی نہیں تھا اسی بنا پر آپ کے تعارف میں جملہ "نہ منکر بود نہ معتقد" جزو تاریخ بن گیا ہے۔

کئی تصنیفات آپ کی یادگار ہیں جن میں "سلک السلوک" فن تصوف میں زیادہ مشہور ہے اس کی اردو ترجمانی حضرت الاستاذ مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامی مدظلہٗ العالی فرما رہے ہیں اور سیدی حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے آستانہ خانقاہ الٰہ آباد سے نکلنے والے مشہور ماہنامہ "وصیۃ العرفان" میں ترغیب الفقراء و الملوک کے نام سے قسط وار شائع ہو رہا ہے، ناظرین رسالہ اس سے واقف ہوں گے۔

---

[1] شیخ کو "چاک پراں" کا لقب دینے کی وجہ یہ ہے کہ: تقریب ایک من وزنی چاک جو ناگور کے لال پتھر کا بنا ہوا تھا شیخ فرید الدین گلے میں ڈال کر "سکر" کی حالت میں ناگور سے دہلی تشریف لائے تھے (اخبار الاخیار ص) آپ شیخ عبدالعزیز ناگوری رح کے صاحبزادے ہیں، اپنے دادا خواجہ ناگوری رح کے ظل عاطفت و تربیت میں پروان چڑھے یہاں تک درجۂ کمال کو پہنچے ہیں، جد مکرم رح کے وصال فرمانے کے بعد انہی کے سجادہ نشین ہوئے۔

[2] خزینۃ الاصفیاء ص ۱۵۱، ۱۵۲۔　　　محمد ارشد اعظمی۔

دوسرے مولانا ضیاء الدین برنیؒ "تاریخ فیروز شاہی" کے مصنف اور شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے مرید سعید وخلیفۂ گرامی ہیں، اور بارشاد شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ وبقول مفتی غلام سرور لاہوریؒ :-

"مجموعۂ لطائف وظرائف اور شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے عنایات کے مورد و عطایات کے مصدر تھے"

تیسرے حضرت مولانا ضیاء الدین سنامی قدس سرہٗ العزیز ہیں جو ایک باکمال اور جید عالم دین وشریعت مطہرہ کے ماہرین میں سے تھے، ایک کتاب "نصاب الاحتساب" نامی بھی مولاناؒ نے تصنیف فرمائی جس میں "احتساب" (محاسبۂ اعمال، شرعی گرفت، روک ٹوک وغیرہ) کے آداب بدعت کے اقسام، اور سنت کے احکام بیان فرمائے ہیں، مولانا سنامیؒ کے تعارف میں شیخ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ :

خواجہ ضیاء الدین سنامیؒ در دیانت وتقویٰ مقتدائے وقت بود وبر پایۂ شریعت بغایت قدم راسخ داشت۔ ۱؎	خواجہ ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ دیانت و پرہیزگاری میں اپنے وقت کے پیشوا اور رہنما تھے، مقام شریعت واتباع احکام میں مضبوط قدم رکھتے تھے،

مولانا رحمان علی خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ :-

قاضی ضیاء الدین سنامیؒ دانشمند متبحر در دیانت وتقویٰ مقتدائے وقت الخ در تذکیر ضیاء الدین سنامی زائد از سہ ہزار مردم حاضر می شدند الخ ۲؎	قاضی ضیاء الدین سنامیؒ صاحب دانش و دیانت اور تقویٰ میں باکمال و زمانہ کے مقتدا تھے، قاضی سنامیؒ کے وعظ کی محفل میں تین ہزار سے زیادہ لوگ حاضر ہوتے تھے۔

۱؎ اخبار الاخیار ص ۱۱۵، ۲؎ تذکرہ علمائے ہند ص ۹۷ و ۹۸

نیز محدث دہلوی مزید تعارفی انداز میں خامہ ریز ہیں کہ :۔

معاصر شیخ نظام الدین اولیاء بود و	مولانا ضیاء الدین سنامی شیخ نظام الدین
دائم بشیخ از جہت سماع احتساب	اولیاء کے ہم زمانہ تھے، اور "سماع"
کردے و شیخ با وے جز بمعذرت	کی وجہ سے شیخ کا احتساب (روک
وانقیاد پیش نیامدے و در تعظیم مولانا	ٹوک) کیا کرتے تھے، لیکن حضرت شیخ
دقیقہ مرعے نگذاشتے ۔ ۱	سوائے معذرت اور سرِ تسلیم خم کرنے کے

دوسری روش اختیار نہیں فرماتے تھے، اور حضرت مولانا کی تعظیم و تکریم میں کسی طرح کوئی کمی باقی نہیں رکھتے تھے۔"

اسی طرح عصرِ حاضر کے بھی ایک محقق مؤرخ و صاحبِ قلم نے لکھا ہے کہ :۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے یہاں جو محفلِ سماع ہوتی رہتی اس کو (مولانا ضیاء الدین سنامی قدس سرہٗ) پسند نہ کرتے اور اُن سے سماع پر احتساب کرتے رہتے، اس سلسلہ میں (مولانا سنامی نے) شد و مد سے ان کی مخالفت کی، ۲

اس سلسلہ میں شیخ محدث دہلوی نے دونوں کے احترام و اکرام کا ایک معروف واقعہ بایں طور رقم فرمایا ہے کہ :۔

شیخ نظام الدین اولیاء در مرض موت	مولانا ضیاء الدین سنامی جب بیمار ہوئے
مولانا ضیاء الدین بعیادت رفت،	تو شیخ نظام الدین اولیاء مولانا کی
مولانا دستارچہ خود را بپائے انداز	مزاج پرسی کے لیے تشریف لے گئے، جب
شیخ انداخت، شیخ دستارچہ برچید و	قریب ہوئے تو مولانا سنامی نے اپنی
برچشم نہاد چوں پیش مولانا بنشست	دستار کو شیخ کے قدموں تلے بچھا دیا۔

---

۱ اخبار الاخیار ص ۱۱۵ ۲ ہندوستان کی بزمِ رفتہ ص ۹۹

مولانا بادی چشم دوچار نکرد وچوں برخاست | لیکن شیخؒ نے دستار کو اٹھا کر اپنی
وبیروں آمد آواز فوت مولانا برخاست | آنکھوں پر رکھ لیا (کہ یہ شریعت
شیخ میگریست وتاسف می کرد کہ یک | مقدسہ کی مقدس دستار ہے) اور جب
ذات بود "حامیٔ شریعت" حیف کہ | حضرت مولانا کے سامنے شیخ رحمۃ اللہ
آں نیز نماند، رحمۃ اللہ علیہما۔[1] | علیہ رونق افروز ہوئے تو مولانا سنامیؒ

نے آپ سے آنکھیں نہیں ملائیں، اور جب شیخ اولیاءؒ نے یہ ندامت دیکھی تو جلد اٹھ کر باہر تشریف لے آئے ادھر مولانا سنامیؒ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی (اناللہ الخ) جب انتقال پُرملال کی خبر شیخ کے کانوں میں پڑی تو شیخ گریہ کناں اظہار افسوس فرمارہے تھے کہ ایک ذات تھی "حامیٔ شریعت" حیف کہ وہ بھی نہ رہی۔

اس تاریخ کی روشنی میں جہاں یہ ثبوت عیاں ہوکر رہا کہ سلطان الاولیاء محبوب الٰہیؒ شریعت مقدسہ کا بہت احترام اور علمائے دین کی از حد تعظیم واکرام فرماتے تھے وہیں یہ واقعیت واہمیت بھی صداقت کے صاف وشفاف آئینے میں آشکارا ہوکر رہی کہ مولانا ضیاء الدین سنامیؒ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مقام ومرتبہ کا کامل طور پر لحاظ اور ان کی توقیر وعزت فرماتے تھے کیونکہ اپنی دستار کو شیخ المشائخ کے استقبال میں فرش راہ کردینا اعتراف عظمت کی دلیل ہے اور سلطان الاولیاءؒ کے چشم کا اشکبار ہونا اور اس حقیقت پر اظہار تاسف کرنا کہ "حامیٔ شریعت" ایک ذات تھی آہ وہ بھی نہ رہی، اس کا روشن ثبوت ہے، مگر اس کے باوجود تذکرہ نگاروں نے مولانا ضیاء الدین سنامیؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ "ضیاء سنامی منکر شیخ بود"

---

[1] اخبار الاخیار ص ۱۱۵۔

مقالہ نگار محمد ارشد اعظمی کے خیال میں چونکہ مولانا ضیاء الدین سنامیؒ بقول شیخ محدث دہلویؒ :

شیخ اولیاء کو ہمیشہ "سماع" کی وجہ سے روک ٹوک کرتے تھے، لیکن شیخؒ سوائے معذرت و اطاعت کے مولانا ضیاء الدین سنامیؒ کے آگے دوسری روش سے نہیں پیش آتے تھے"

تو اس محاسبہ ہی کی وجہ سے یہ بات عام و شائع ہوگئی کہ منکر شیخ تھے اور مؤرخین نے بھی اسے تاریخ میں جگہ دے دی مگر جیسا کہ ابھی آخری ملاقات کا واقعہ تحقیقی طور پر سامنے آیا کہ دونوں بزرگوں نے عظمت و احترام کا معاملہ فرمایا' اختلاف صرف "سماع" کے بارے میں تھا، لہذا مولانا ضیاء الدین سنامیؒ "منکر شیخ" نہیں بلکہ "منکر سماع" تھے اور احتساب کا تعلق بھی حضرت شیخؒ کی محفل سماع سے تھا، جس کی مخالفت فرماتے تھے'۔

اس کے علاوہ ایک دوسرا واقعہ بھی قاضی ضیاء الدین سنامیؒ کا احتساب ہی کے سلسلہ میں معروف ہے وہ یہ کہ :-

حضرت شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۷۲۴ھ) پر --- جذب و سرمستی کی ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ آپ عالم مشاہدہ میں غرق ہو جاتے چنانچہ اس توجہ باطن اور استغراقی محویت کی وجہ سے ظاہری امور کا خیال نہ رہتا، حضرت مولانا ضیاء الدین سنامیؒ جو ایک متشرع عالم تھے اور اپنے دور میں احتساب میں بڑی شدت سے پیش آتے، اُن کو معلوم ہوا کہ حضرت بو علی قلندرؒ شریعت کی ظاہری پابندی سے بے نیاز معلوم ہوتے ہیں' تو حضرت مولاناؒ دار و گیر کے لیے اُن کے پاس حاضر ہوئے' حضرت بو علی قلندرؒ نے ان کی طرف دو تین بار تیز نگاہیں اٹھائیں لیکن مولانا سنامیؒ پر ان نیم باز آنکھوں کا کوئی اثر نہیں ہوا' مولانا سنامیؒ واپس چلے گئے' تو لوگوں نے حضرت بو علی قلندرؒ سے کہا کہ

مولانا ضیاء الدین سنامیؒ نے آپ پر بڑی سختی فرمائی۔ یہ سُن کر حضرت بوعلی قلندرؒ نے فرمایا کہ میں نے دو تین بار اُن پر حملہ کیا لیکن انھوں نے شریعت کی زرہ ایسی پہن رکھی ہے کہ میری تیر چشم نے اُن پر اثر نہیں کیا۔[1]

حضرت شرف الدین بوعلی قلندرؒ ہی کا ایک واقعہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بیان فرمایا ہے کہ :-

وقتے موئے شوارب او (شرف الدین	ایک دفعہ شیخ شرف الدین بوعلی قلندرؒ
بوعلی قلندرؒ) بغایت دراز شدہ بود	کے لبوں کے بال بہت بڑھ گئے تھے،
ہیچ کس را مجال آں نبود کہ بوے از نقص	کسی کی ہمت نہ ہوتی کہ بوعلی قلندرؒ
آنہا کند، مولانا ضیاء الدین سنامی	سے مونچھوں کے بال کاٹنے کے لیے کہے
رحمۃ اللہ علیہ کہ جوش شریعت در برداشت	مولانا ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ
مقراض بر گرفت و محاسن شریفش	چونکہ شریعت کا جوش دل میں رکھتے تھے
در بر دست گرفتہ قص شوارب کرد،	ایک ہاتھ میں قینچی لی اور حضرت قلندرؒ
گویند کہ بعد ازاں شیخ ہمیشہ محاسن	کی ریش مبارک دوسرے ہاتھ میں پکڑ کر
خود را بوسیدے وگفتے کہ ایں در راہ	مونچھیں کاٹ دیں، کہتے ہیں کہ اس کے
شریعت محمدی گرفتہ شدہ است[2]	بعد بوعلی قلندرؒ ہمیشہ اپنی ڈاڑھی کو بوسہ

دیتے اور فرماتے کہ: یہ ریش ہے کیسی مبارک ریش ہے کہ یہ شریعت محمدیؐ کی راہ میں پکڑی گئی (اس لیے بوسہ اور قدر و منزلت کے قابل ہوگئی ہے)

---

[1] ہندوستان کی بزم رفتہ ص ۱۰۳ و ۱۰۴ ملخصاً، [2] سیر الاقطاب و اخبار الاخیار ص ۱۳۵ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ العزیز اس واقعہ کے تحت حضرت شرف الدین بوعلی قلندرؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ : (باقی صفحہ ۴۵ پر)

اس تاریخی واقعہ سے جہاں حضرت شرف الدین بوعلی قلندرؒ کا احترام شریعت اور اتباع سنت سے مسرور ہونا ثابت ہوتا ہے وہیں یہ حقیقت بھی مخفی نہیں رہی کہ مولانا ضیاء الدین سنامی قدس سرہٗ العزیز شریعت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم) پر شدت کے ساتھ عمل کرنا اور کرانا بھی اُن کا خصوصی کردار تھا، یہی وجہ ہے کہ ظاہر شریعت کے خلاف ہونے والے معاملہ میں چستی کے ساتھ حاضر ہوکر نہ صرف جذبۂ عمل بیدار فرماتے بلکہ عملی نمونہ پیش فرماکر آئندہ عمل کے لیے شریعت کی نورانی مشعل جلا دیتے تھے، اسی جوہر اور کمال کی طرف حضرت بوعلی قلندرؒ نے ارشاد فرمایا کہ:

"میں نے دو تین بار اُن پر حملہ کیا لیکن انھوں نے شریعت کی زرہ ایسی پہن رکھی ہے کہ میری تیر چشم نے اُن پر اثر نہیں کیا۔" (واللہ تعالیٰ اعلم) (ختم شد)

(بقیہ حاشیہ ص۴۴) " باوجود مجذوب ہونے کے شریعت کی کس قدر محبت وعظمت ان کے قلب میں تھی" (السنۃ الجلیہ ص ۷۲)

حضرت سیدی ومرشدی مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

سبحان اللہ! ان حضرات کو شریعت محمدی کے ساتھ کس درجہ شغف تھا کہ جو چیز اس کی جانب منسوب ہو جاتی اس کا بھی یہ حضرات اس درجہ احترام فرماتے چنانچہ ان کا حال ہی یہ تھا کہ:

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است — افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہردم ہزار بوسہ زنم دست خویش را — کو دامنت گرفتہ بسویت کشیدہ است

(نسبت صوفیہ ص ۳۴۳)